گلزارِ معرفت

تصنیف

حضرت حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی امداد

قدس سرہٗ

اُدعُوا ربَّکُم تَضَرُّعًا وَّ خُفیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ المُعتَدِینَ

تذلل ظاہر کر کے اور خفیہ طور پر اپنے رب سے دُعا کرو۔ بلاشبہ وہ حد سے بڑھ
جانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

گلزارِ معرفت

حصہ اُردو

مُصنّفہ

ہادی دینِ متین امام السالکین و پیشوائے عارفین
حضرت مولانا الحاج محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

شائع کردہ

خان بہادر حاجی محمد وجیہ الدین - ایم - بی - ای
سی - ٹی - آرمس اینڈ امیونیشن امپوریم کراچی صدر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مناجات

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا
عجب نقشِ قدرت نمودار تیرا

جہاں لطفِ گُل ہے وہیں خارِ غم ہے
ہے گُل خار میں، گُل میں ہے خار تیرا

عجب رنگ برنگ ہر رنگ میں ہے
یہ ہے رنگِ صنعت کا اظہار تیرا

خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں
عجب تیری قدرت عجب کار تیرا

یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے
ہے پردہ میں روشن سب انوار تیرا

یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یارب
ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا

بہر رنگ ہر شے میں ہر جا پہ دیکھو
چمکتا ہے جلوہ قمر دار تیرا

نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکاں ہے
کہ جس جا نہیں ذکر و اذکار تیرا

تو ظاہر ہے اور لاکھ پردہ میں ہے تو
تو باطن ہے اور سخت اظہار تیرا

تو اوّل، نہیں ابتدا تیری یارب
تو آخر، نہیں انتہا کار تیرا

تو اوّل تو آخر تو ظاہر تو باطن
تو ہی ہے تو ہی یا کہ آثار تیرا

نظر کو اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں
تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا

الٰہی میں ہوں بس خطاوار تیرا
مجھے بخشش ہے نام غفار تیرا

عفو کس سے چاہے گنہگار تیرا — کہو کس سے چھوڑے گرفتار تیرا

الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری — کہاں جاوے اب بندہ لاچار تیرا

نگاہِ کرم ٹک بھی کافی ہے تیری — میں ہوں بندہ گرچہ بہت خوار تیرا

دوا یا رضا کیا کروں میں الٰہی — کہ دارو بھی تیری اور آزار تیرا

مرض لادوا کی دوا کس سے چاہوں — تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا

میں ہوں چیز تیری جو چاہے سو کر تو — تو مختار میرا میں لاچار تیرا

الٰہی میں سب چھوڑ گھر بار اپنا — لیا ہے پکڑ اب تو دربار تیرا

سوا تیرے کوئی نہیں میرا یارب — تو مولا ہے میں عبد بیکار تیرا

کہاں جاوے جسکا نہ ہو کوئی تجھ بن — کسے ڈھونڈے جو ہو طلبگار تیرا

کیا اپنے در سے اگر دور اس کو — کدھر جائے عاجز یہ لاچار تیرا

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو — کہاں جا یہ بندہ گنہگار تیرا

گناہوں نے ہر طرف سے مجھ کو گھیرا — سنا جب کہ ہے نام غفار تیرا

رہیگا نہ کچھ نقد عصیاں سے میرا — لگے گا جو رحمت کا بازار تیرا

دلیر ہم گناہوں پہ کیونکر نہ ہوویں — کہ ہے نام غفار ستار تیرا

سدا خواب غفلت میں سوتا رہا میں — نہ اک دم ہوا آہ بیدار تیرا

چلا نفس و شیطاں کے احکام پر میں — نہ مانا کوئی حکم زنہار تیرا

بُرے کام میں عمر افسوس کھوئی
کیا میں نہ اچھا کوئی کار تیرا

نہ رسوا ہوں جیسا یہاں، حشر کو بھی
نہ ہوں جبکہ ہو عام دربار تیرا

مری مشکلیں ہو ویں آسان اکدم
جو ہو جا کرم مجھ پر اک بار تیرا

خبر لیجیئو میری اُس دم الٰہی
کھلے جبکہ بخشش کا اخبار تیرا

ہوں ظلمات عصیاں سے حسنات روشن
جو ہو مہر رحمت نمودار تیرا

کہاں میرے عصیاں کہاں تری رحمت
کہاں خس کہاں بحر ذخار تیرا

لگیں کرنے کافر بھی امید بخشش
لگے ہونے جب رحم اظہار تیرا

گناہ میرے حد سے زیادہ ہیں یارب
مجھے چاہیئے رحم بسیار تیرا

نہ ڈر دشمنوں سے رہا مجھ کو جب سے
کہا تو نے میں ہوں مددگار تیرا

تمنا ہے اس بات کی مجھ کو ہر دم
کہ دل سے زباں پر ہو اذکار تیرا

ترا نام شیریں حلاوت ہے دل کی
ہر اک بات سے خوش ہے تکرار تیرا

الٰہی رہے نت مرنے کے جاری
بتصدیق دل لب یہ اقرار تیرا

نہ کوئی مرا ہے نہ میں ہوں کسی کا
تو میرا میں عاجز دل افکار تیرا

تو میرا میں تیرا، میں تیرا تو میرا
ترا فضل میرا، میرا کار تیرا

نہیں میں تو ہی ہے، تو ہی ہے نہیں میں
تو ہے نور میرا، میں آثار تیرا

میں ہوں عبد تیرا تو معبود میرا
تو مسجود، میں ساجد زار تیرا

الٰہی بچا قہر سے اپنے مجھ کو
کہ ہے عفو، بخشش، کرم، کار تیرا

یہ جور و جفا ہم سے ہم پر ہی یا رب
نہیں ظلم اور جور اطوار تیرا

بدوں کو کرے نیک نیکوں کو بد تو
یہ ہے بے نیازی کا بازار تیرا

نہیں کافروں کو جو توفیقِ ایماں
کہ ہے نام قہار جبار تیرا

حکومت ہوئی اسکو حاصل جہاں کی
ہوا جو کوئی حکم بردار تیرا

فنا ہو گیا جو تری دوستی میں
تو ہے یار اس کا وہ ہے یار تیرا

دو عالم خریدار ہو اس کا بیشک
جو ہو نقد جاں سے خریدار تیرا

کھلیں اس کی آنکھیں کریں بند جس نے
عیاں ہو نہاں اس پر اسرار تیرا

رہے ہوش اسکو کسی کا نہ اپنا
الٰہی ہوا جو کہ ہشیار تیرا

الٰہی مجھے ہوش دے اب تو ایسا
رہوں میں سدا مست و میخوار تیرا

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

ہیں ہر درد اور مرض سے چھوٹ جائے دل
جو لگ جا محبت کا آزار تیرا

الٰہی وہ جلوہ محبت عطا کر
جو کر دے مجھے عاشقِ زار تیرا

الٰہی عطا ذرہ دردِ دل ہو
کہ مرتا ہے بے درد بیمار تیرا

بنا اپنا قیدی کر آزاد مجھ کو
ہے آزاد سب سے گرفتار تیرا

جو جاگا سو سویا جو سویا سو جاگا
سلا مجھ کو تا ہوں میں بیدار تیرا

بھکاری ترا جاوے محروم کیوں کر — کہ نعمت خوان بخشش ہے تیار تیرا

ترا خوانِ انعام ہے عام سب پر — ہے شاہ و گدا ہر نمک خوار تیرا

بھکاری کروڑوں ترے ہوں نہ کیونکر — نہیں کرنا معمول انکار تیرا

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے — میں تجھ سے ہوں یا رب طلبگار تیرا

نہیں اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش — ہر اک شے سے ہے وصل درکار تیرا

نہیں دونوں عالم سے کچھ مجھ کو مطلب — تو مطلوب میں ہوں طلبگار تیرا

ہے جنّت کی نعمت تو سب میرے سر پر — میسّر ہو اے کاش دیدار تیرا

میرے دل میں ٹک جلوہ فرما الٰہی — کہ تجھ بن ہے ویراں یہ اب دار تیرا

نہیں وصل افسوس قسمت میں میری — میں سایہ نمط گرچہ ہوں جار تیرا

تو ہے جان و دل سے بھی نزدیک میرے — ولے آہ ملنا ہے دُشوار تیرا

ہوں باوصف اس قرب کے دور ایسا — ستاتا ہے پھر ہجر خونخوار تیرا

یہ قرب و معیت ہے پھر بُعد ایسا — نہیں کھُلتا یا رب یہ اسرار تیرا

حجاب خودی میرا یا رب اُٹھا دے — کہ تا دیکھوں بے پردہ دیدار تیرا

ذرا آپ اپنے میں اے سالک آ تو — کہ ہے کون تو، کیا ہے گفتار تیرا

تو کر صیقل آئینہ دل نام حق سے — کہ تا جلوہ گر اُس میں ہو یار تیرا

زباں سے طرف دل کے مشغول ہو تو — وہیں جلوہ فرما ہے دلدار تیرا

اُٹھا غم رکھ امید امداد حق سے
تجھے غم ہے کیا رب ہے غمخوار تیرا

نہ ڈر فوج عصیاں سے گرچہ بہت ہے
کہ ہے رحم حق کا مددگار تیرا

اسی کی تو خدمت میں رہ دل سے ہر دم
تو چاکر ہے اس کا وہ سردار تیرا

تو پڑھ اس مناجات کو پنج وقتی
کہ تا جاوے ہر غم یہ آزار تیرا

الٰہی قبول ہو مناجات میری
کہ رد کرنا ہرگز نہیں کار تیرا

نبی کریم آل اصحاب سب پر
درود اور سلام ہووے ہر بار تیرا

میرے پیر استاد ماں باپ پر بھی
الٰہی رہے رحم بسیار تیرا

غزل نعتیہ

بر آستانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کرکے نثار آپ پہ گھر بار یا رسول
اب آپڑا ہوں آپکے دربار یا رسول

عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
ہوں اُمّتی تمہارا گنہگار یا رسول

اچھا ہوں یا بُرا ہوں غرض جو کچھ ہوں سو ہوں
پر ہوں تمہارا، تم مرے مختار یا رسول

کسطرح آہ میں کروں خدمت میں حال عرض
ہوں خجلت گناہ سے سرشار یا رسول

ذات آپکی تو رحمت و شفقت ہے سر بسر
میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یا رسول

کرکے نہ میرے فعل بروں پر نگاہ تم
کیجو نظر کرم کی بس اک بار یا رسول

جسدن تم عاصیوں کے شفیع ہوگے پیش حق
اُسدن نہ بھولنا مجھے زنہار یا رسول

لیجو خدا کے واسطے اُسدم مری خبر
عصیاں کا میرے جب کھلے اخبار یا رسول

تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حال زار کی
اب جا کہاں تباہ یہ لاچار یا رسول

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسول

کیا ڈر ہے اسکو لشکر عصیاں و جرم سے
تم سا شفیع ہو جسکا مددگار یا رسول

گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے درد و غم نے آہ
اب زندگی بھی ہو گئی دشوار یا رسول

ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسول

غزل نعتیہ

بر آستانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ذرا چہرے سے پردہ کو اُٹھاؤ یا رسول اللہؐ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہؐ

کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہؐ

اُٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہؐ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑا اب کہاں جاؤں تباہ یا رسول اللہؐ

پیاسا ہے تمھارے شربتِ دیدار کا عالم

کرم کا اپنے اک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہؐ

خُدا عاشق تمھارا اور ہو محبوب تم اس کے

ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہؐ

چھپیں خجلت سے جاکر پردۂ مغرب میں ماہ و خور

گر اپنے حُسن کا جلوہ دکھاؤ یا رسول اللہؐ

لگے گا جوش کھانے خود بخود دریائے بخشایش

کہ جب حرف شفاعت لب پہ لاؤ یا رسول اللہؐ

یقیں ہو جائے گا کفار کو بھی اپنی بخشش کا

جو میداں میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہؐ

مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمھارا اُمّتی عاصی

گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہؐ

ہوا ہوں نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بہت رسوا

مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہؐ

اگرچہ نیک ہوں یا بد تمھارا ہو چکا ہوں میں

تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہؐ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم

ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہؐ

جہازِ امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہؐ

مشرف کر کے مجھ کو کلمۂ طیب سے اپنے تم

پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہؐ

پھنسا ہوں بے طرح گردابِ غم میں ناخدا ہو کر

مری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہؐ

اگرچہ ہوں نہ لایق وہاں کی پر امید ہے تم سے

کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہؐ

حبیبِ کبریا ہو تم امامِ انبیاء ہو تم

ہمیں بھر خدا حق سے ملاؤ یا رسول اللہؐ

شرابِ بیخودی کا جام اِک مجھ کو پلا کر اب

دوئی کے حرف کو دل سے مٹاؤ یا رسول اللہؐ

بہت بھٹکا پھرا ہیں وادیٔ فرقت میں جوں وحشی

کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یا رسول اللہؐ

مشرف کر کے دیدارِ مبارک سے مجھے یک دم
مرے غم دین و دنیا کے بھلاؤ یا رسول اللہؐ

خدا کے واسطے رحمت کے پانی سے مرے آگر
شبِ ہجراں کی آتش کو بجھاؤ یا رسول اللہؐ

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امدادؔ عاجز کو
بس اب قیدِ دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہؐ

غزل نعتیہ

مکہ میں ہوں پہ ہے ہوس کوئے مدینہ
دیتی ہے رُخ کعبہ خبر روئے مدینہ

لانے لگی اب بادِ صبا بوئے مدینہ
دل اُڑنے لگا ہو کے ہوا سوئے مدینہ

پہنچا دے مجھے منزلِ مقصود کو جلدی
یارب ہے لگی دل کو تگ و پوئے مدینہ

اب تو یہ تمنا ہے کہ یہاں کعبہ کے جوں گرد
قربان ہوں بگردِ سرِ ہر کوئے مدینہ

گرچہ ہیں بہت شہرِ جہاں میں خوش و دلچسپ
لیکن ہے عجب دلبر و دلجوئے مدینہ

حاصل ہے بہشت اسکو یہاں اور وہاں بھی
جو دل سے ہوا ساکنِ پہلوئے مدینہ

دل غرقِ حلاوت ہے دہن شکرستاں
طوطیٔ زباں ہے جو ثناگوئے مدینہ

انہارِ فیوضات ہیں عالم میں جہاں تک
ہے اصل مگر سب کی وہی جوئے مدینہ

وہ چھوٹ گیا بند دو عالم سے سراسر
جو پھنس گیا اندر خم گیسوئے مدینہ

محفوظ ہے آفات دو عالم سے وہ مومن
کی جس نے سکونت نہ بازوئے مدینہ

خوش آوے کب اس شخص کو خوشبوئے دو عالم
ہے جسکے بسی مغز میں خوشبوئے مدینہ

کس ذوق سے اپنے ہی کلام اپنی زباں سے
جب ہوئی زباں اپنی مدح گوئے مدینہ

ایذا کے عوض دیتے دعا سنگدلوں کو
دل نرم بنے کیا اثر خوشخوئے مدینہ

کب پوچھتا عاشق کوئی حوبان جہاں کو
ہوتا نہ اگر پرتو مہر روئے مدینہ

امداد سے نت گوہر صلوات و سلامی
یارب ہو نثار سر نیکوئے مدینہ

غزل نعتیہ

کہے ہے شوق نبی یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے
میں ہونگا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے

صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اُڑ کر چلو مدینے چلو مدینے

خُدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر
مرینگے اب تو نبیؐ کے در پر چلو مدینے چلو مدینے

شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا جو دونوں عالم کی چاہے دولت

تو سر قدم ہو کے ورد یہ کر چلو مدینے چلو مدینے

یہ جذبِ عشقِ محمدی ہیں دلوں کو اُمت کے کھینچتے ہیں

کہے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو مدینے چلو مدینے

جو کفر و ظلم و فساد عصیاں ہر اک شہر میں ہوئے نمایاں

تو دین اسلام اُٹھے یہ کہہ کر چلو مدینے چلو مدینے

رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے بھرے ہیں شوقِ نبی سے سینے

صدا یہ مکے میں کو بکو ہے چلو مدینے چلو مدینے

ہلاکت اَمداد ابتو آئی جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی

نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے

غزل

نہ دیکھا داغِ دل، گلزار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نہ دیکھا خار میں گل، خار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اگرچہ کوئے جاناں میں بھی آ پھر کے سر مارا

نہ دیکھا یار کو، گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

تماشائے دو عالم ہے مرے دلدار کا کوچہ
جہاں کے گلشن و بازار کو دیکھا تو کیا دیکھا

رخ رخشاں جاناں کی تجلّی چاہیئے دیکھی
مہ و خورشید کے انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا

کف پا کی صفائی کو مرے دلدار کی دیکھو
اگر آئینہ جوہر دار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نہ دیکھا برّش تیغ نگاہ یار کو تم نے
اگر شمشیر کی اک دھار کو دیکھا تو کیا دیکھا

ہماری چشم سے لعل و گہر کی دیکھ کے بارش
سما پر ابر گوہر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

لب و دندان دلبر کی ٹک آب و تاب کو دیکھو
اگر لعل و دُر شہوار کو دیکھا تو کیا دیکھا

یہاں نوک مژہ پر لخت دل کی دیکھ جانبازی
وہاں منصور صاحب دار کو دیکھا تو کیا دیکھا

طبیبوں نے علاج مرض اپنا خوب کر دیکھا
نہ دیکھا حال دل بیمار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نہ دیکھا ایک بھی تم نے اگر دردِ جدائی کو
فلک سے گرچہ لاکھ آزار کو دیکھا تو کیا دیکھا

یہاں جو دیکھنے کا ہے اسی دم دیکھ لے غافل
نہ دیکھا اوّل، آخرِ کار کو دیکھا تو کیا دیکھا

دلِ مضطر میں ظاہر یار کو تھا چاہیئے دیکھا
نہ دیکھا سایہ میں انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نظر جب کھل گئی اپنی جسے دیکھا اُسے دیکھا
نہ دیکھا آپ میں دلدار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا جدھر دیکھا اُسے دیکھا
نہ دیکھا یار میں اغیار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اِسے دیکھا اُسے دیکھا نہ یہ دیکھا نہ وہ دیکھا
نہ دیکھا ایک کو دو چار کو دیکھا تو کیا دیکھا

ہمارے شعر امدادِ الٰہی سے ہیں ٹک دیکھو
اگرچہ دفترِ اشعار کو دیکھا تو کیا دیکھا

غزل

پُر نعم فیض توکل سے ہے بس خوان اپنا
پکتا ہے سنگِ قناعت پہ سدا نان اپنا

تلخیٔ صبر میں حاصل ہے حلاوت دل کو
شکر شکر سے شیریں ہے لب جاں اپنا

طوق تفویض رضا کا ہے گلے میں اپنے
تیغ تسلیم پہ سر کرتے ہیں قرباں اپنا

بھوک اپنی ہے خورش پیاس ہے اپنا شربت
پوشش اپنی ہے لباس تن عُریاں اپنا

پائمالی ہے ہمیں تاج و سریرِ شاہی
فوجِ غم بے سر و سامانی ہے ساماں اپنا

لالۂ گلشن گُل کی نہیں پروا ہم کو
کثرتِ داغ سے سینہ ہے گلستاں اپنا

خوابگاہ اپنی ہے اک خاک کی مٹی آخر
کیوں عبث کھینچیں پھر ہم چرخ پہ ایواں اپنا

دوستی کی رہی اب کس سے توقع یارو
جب ہوا دشمنِ جاں دل سا مہرباں اپنا

درد و غم کا مرے دردی ہے نہ کوئی غمخوار
ہم ہی غمخوار ہیں اور درد سے درماں اپنا

آسکے غیر مرے خانۂ دل میں کیسے
کہ خیالِ رُخِ دلدار ہے درماں اپنا

وسعتِ دل کی کیا کرتے ہو سیرائے اُمّداد
کہ یہی باغ ہے اپنا یہ ہی میداں اپنا

کون سُنتا ہے کہو اپنی پریشانی کو
ہو پریشاں جو سُنے حالِ پریشاں اپنا

غزل نعتیہ

ہو جائے مرا شوق ہی رہبر کسی صورت
جوں نقشِ قدم جا پڑوں در پر کسی صورت

ہے سر میں ہوائے کششِ شوقِ مدینہ
جوں بادِ صبا پہنچونگا اُڑ کر کسی صورت

ہے بلبلِ دل شائق گلروئے پیمبرؐ
بے دیکھے نہ ٹھہریگا یہ مضطر کسی صورت

جوں نقشِ قدم سر نہ اُٹھاؤں ترے در سے
گر جا پڑوں مر مر کے وہاں پر کسی صورت

کھایا کروں بس ٹھوکریں زوّار کی تیرے
اے کاش ہوں رہ کا ترے پتھر کسی صورت

اے ماہ روش کیجے گزر ٹک تو اِدھر بھی
ہو جائے مرا گھر بھی منور کسی صورت

دیں ساقیٔ کوثر جو مجھے بادۂ الفت
چھوٹے نہ لبوں سے مرے ساغر کسی صورت

ہو جا کہیں سرسبز مرا نخلِ تمنّا
آجائے نظر گنبدِ اخضر کسی صورت

ہو مغز پریشان وہیں مشک ختن کا
کھل جائے جو وہ زلفِ معنبر کسی صورت

غزل نعتیہ

ذکر کر ذکر خدا اور ہے تذکیر عبث
جز کلام حق کے ہی ہر بات میں تقریر عبث

حمد حق میں ہو یا نعت پیمبر رقم
پہلے اس سے ہے ہر بات میں تحریر عبث

لکھ سکے کون یہاں حمد خدا نعت رسول
جز خدا اور کی اس فن میں ہے تسطیر عبث

لائی ہے باد صبا بوئے قدوم احمد
کب خوشی سے ہنسی غنچہ کی تصویر عبث

آئی ہے شاہ کی دنیا میں نوید مقدم
قصر شادی کی نہ ہر گھر میں ہے تعمیر عبث

سیکھتے حق سے رہے سارے علوم حکمت
یہاں کے آنے میں تھی شاہ کی تاخیر عبث

پیر کے دن جو ہوئے پیر دو عالم پیدا
پیر ایام ہے دن پیر کا نے پیر عبث

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو
دیکھنے ہو مہ و خورشید کی تنویر عبث

آپ کے عتبۂ عالی کا بیاں ہو کس سے
عرش کی اسکی مقابل میں ہے توقیر عبث

رُوئے اسلام سوا اُنکے نہ رہا کفر کا نام
یارو اب زُلفِ بتاں کی بھی ہے تکفیر عبث

اُٹھ گیا ہے کسی گلرنگ کا پردہ منہ سے
ہے نہ رنگِ رُخِ گلشن میں یہ تغییر عبث

آپ کے بخشش و انعام کی کچھ حد ہی نہیں
ہے قلیل آپکا بس اور کی تکثیر عبث

چاہیئے عشقِ محمد میں مسخر ہونا
کیا کریں ملکِ سلیمان کی تسخیر عبث

دل میں کافی ہے خیالِ رُخِ انور تیرا
شمع و مصباح کی اس گھر میں ہے تنویر عبث

جسم اپنا نہ ہوا ہائے مدینہ کا غُبار
اس مِسِ عیب کے حق میں ہوئی اکسیر عبث

دیکھئے کب ہو میسّر مجھے وصلِ محبوب
ہو گئی اب تو مری آہ کی تاثیر عبث

شکل کو بھی تو نہ چاہا کہ ہو شبہ محبوب
منع کی حق نے کہ ہے کھینچنی تصویر عبث

غزل

ہو کے بس شیفتۂ نقشۂ تصویر عبث
جانِ بے جان کو دیکر نہ ہو دلگیر عبث

خواہشِ نام و نشاں یہاں کا ہے اے میر عبث
مثلِ امواج کے پانی پہ ہے تحریر عبث

ہو گئے سیکڑوں گھر مثلِ بگولہ برباد
بس بلند اتنی یہاں کرتے ہو تعمیر عبث

مثلِ انجم کے ہیں گردش میں یہاں اہلِ فروغ
ہے فلک سے طلبِ عزّت و توقیر عبث

چین و آرام ہے کس کو کہو اس کے نیچے
چرخ سے ہے ہوسِ راحت و تیسیر عبث

دیکھ غنچہ کو کہ آخر ہے گُل پژمردہ
اے جواں ہنستا ہے کیا دیکھ سوئے پیر عبث

بُلبلا سا نہ ابھر بحرِ جہاں میں اِتنا	دم میں ہو گا یہ ترا نقشہ تعمیر عبث
مارتا آپ کو تا کیمیا خود بن جاتا	مار اگر پارے کو اے صاحب اکسیر عبث
لطف جینے کا ہی گر پاس ہو جان بخش اپنا	ورنہ چوں خضر ہی بس عمر کی تکسیر عبث
کیمیا اپنی ہی خاکِ قدمِ یار اے دل	کس لیئے کرتا ہے پھر خواہشِ اکسیر عبث
ڈھونڈتا پھرتا ہی دو شمع لئے کچھ تو ضرور	یہ فلک کی نہیں دن رات کی تدویر عبث
اے عروضی مری موزوں طبع کے آگے	تری فعلن فعلاتن کی ہے تقریر عبث
مسکن اس بحر فنا میں نہ بنا اے امداد	صورت بلبلا پانی میں ہی تعمیر عبث

غزل

ہو گے میں شیفتۂ زلف گرہ گیر عبث	لی بلا سر پہ ہوا ہائے بزنجیر عبث
ہنستے ہو کیا مری گر ہو گئی تدبیر عبث	جملہ تدبیر کو کر دیتی ہے تقدیر عبث
گردش بخت سے اپنے ہیں ستائے ہم آپ	پھر تو پھر پھر نہ ستا اے فلک پیر عبث
آپکی چین جبیں ہم کو سلاسل بس ہے	پا بزنجیر کو پھر کرتے ہو نخچیر عبث
سر بکف ہیں ہم یہاں آپ ہیں شمشیر بکف	اب شہادت میں مری کرتے ہو تاخیر عبث
تیغ ابرو کا اشارا ہے تمھارا کافی	تیز کرتے ہو مرے قتل کو شمشیر عبث
ضعف تن سی ہوں ہوا سا نہ پھنسو ہر گز نگاہ	زلف پُر بادسی دکھلاتے ہو زنجیر عبث

خواب غفلت سے جگاتی ہیں یہ جوں حشر کا شور
تیرے مستوں کی نہیں نالۂ شبگیر عبث

قوس ابرو سے ذرا تیر نگہ کو چھوڑو
لو نگا سینہ پہ بچا بیٹھ گا ترا تیر عبث

عشق کہتا ہے کہ کر نہر لہو کی جاری
تو رواں کرتا ہے فرہاد جوئے شیر عبث

چشم بد بین دل بد خواہ میں مار آ کے آد
چرخ پر مارتا ہے آہ کا کیوں تیر عبث

غزل

گرچہ سر مارا بہت سب گئی تدبیر عبث
سچ ہی پیشانی کی ہوتی نہیں تحریر عبث

قسمت اُلٹی نے مری لا اسی در سے اُٹھا
ہو گئی جذب محبت کی وہ تاثیر عبث

دل میں آ اے صنم دلبر تو رکھوں آنکھوں میں
ایسے مہمان کی کیونکر کروں تحقیر عبث

انکی زلفوں کے تصور میں ہی یہ آہ و فغاں
کب ہے نالہ مرا پابستۂ زنجیر عبث

ضرب اک مارتا خسرو کے دلِ سنگیں پر
کوہکن تیشہ سے کی کوہ کی تکسیر عبث

مجھ سا دیوانہ بھی زنداں میں ٹھہرتا ہے کہیں
یار و پاؤں میں مرے پڑتی ہی زنجیر عبث

غزل

نام اسکا دفتر عشق میں ہرگز رقم نہیں
اوّل قدم پہ جس کا یہاں سر قلم نہیں

بے مرگ زندگی وصالِ صنم نہیں
موجود کب وہ ہو جو اوّل عدم نہیں

ہے کون سا دیا ترا جس پر کرم نہیں
مخمور تیرے دور سی پر ایک ہم نہیں

کرتا ہے جو کبوتر دل کو مرے ذبح
کیا تجھ کو پاس حرمت صید حرم نہیں

ہم پر جفا و جور جو کچھ ہے نصیب سے
ورنہ طریق یار کا جور و ستم نہیں

پھولا نہ تخم عشق مرا ورنہ جسم و دل
گر مئے مہر و ابر بہاری سے کم نہیں

غمگین ہمارے غم میں ہے عالم مگر ہمیں
غم ہی تو بس یہ غم کہ کچھ بھی تو غم نہیں

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھکر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم نم نہیں

اے شمع جان صحبت پروانہ مغتنم
ورنہ یہ پھر معاملہ تا صبحدم نہیں

منعم نہ کر غرور کہ بازارِ عشق میں
جز نقد جاں پرسش دام و درم نہیں

امداد رکھ کے سر نہ اٹھا در سے یار کے
اور اس سے زیادہ کوئی جگہ محترم نہیں

غزل

عرش بریں پہ آپ ہیں زیر زمیں ہوں میں
ملنا کہاں سے ہو کہ کہیں تم کہیں ہوں میں

گر تخت حسن و ناز پہ ہیں آپ جلوہ گر
اقلیم عشق میں شہ مسند نشیں ہوں میں

مثل نظر ہی آپکا آنکھوں میں میرے گھر
باوصف ایسے قرب کے لیکن دور ہیں ہوں میں

ہی بو و گل کی طرح سی مجھ تجھ میں ربط آہ
پھر ڈھونڈتا غضب ہے کہیں کا کہیں ہوں میں

اے وائے بے نصیبی کہ ملنا نہیں نصیب
سایہ کیطرح گرچہ جہاں تم وہیں ہوں میں

راہ تیری تکتے تکتے دم آنکھوں میں آرہا
آجا نظر کہیں کہ دمِ واپسیں ہوں میں

دامِ بلا میں کس کی تو امداد جا پھنسا
مدت سے جو پتہ ترا پاتا نہیں ہوں میں

غزل

دیکھے دلِ دلدار کہ جب ہو گئے آزاد ہم
آفریں وہ ہم کو دیں انکو مبارکباد ہم

خانۂ ہستی کہ ہے بس تنگ جڑ سے کھود کر
ڈالتے ہیں اب تو قصرِ عشق کی بنیاد ہم

خاک ہو کر آ پڑے ہیں اب تو کوئے یار میں
یہی ڈر ہے نہ پڑ جائیں بدستِ باد ہم

ہیں وہ ہم صیدِ ہوس پھر جا کے پھنستے دام میں
چھوٹ جاتے گر قفس سے تیرے اے صیاد ہم

چرخ میں ہے جب سے کھائی عشق کی ہم نے ہوا
ہو رہے ہیں اب تو گویا آسیائے باد ہم

مرغِ دل اپنا جو اس کے دامِ زلفوں میں پھنسا
پھنس گئے پھر سب بلاؤں سے ہوئے آزاد ہم

ہم تڑپنے سے چھٹیں گے تو ہماری فکر سے
ذبح کر احساں ترا مانیں گے اے صیاد ہم

بس ہے اپنا ایک ہی نالہ اگر پہنچا وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت ہی نالہ و فریاد ہم

ہیں کفن بر دوش سر بر کف تامل کیا ہے پھر
قتل کر ہم کو ترے قرباں ہوں اے جلاد ہم

بال بال اپنا ہے نشتر ہر بُنِ مو سے لہو
ہر زماں خود کیا کریں پھر تجھکو اے فصاد ہم

قصرِ جنت کا رہے تم کو مبارک واعظو!
ہو چکے ہیں اب تو کوئے یار میں آباد ہم

زہد و تقویٰ و عبادت کا سہارا ہی نہیں
اور یہاں رکھتے نہیں جز فضلِ حق کچھ زاد ہم

آہ اپنے آپکو کرتے ہیں بس خوار و تباہ
اپنے دشمن آپ ہی پھر کس سے چاہیں داد ہم

ہم نہ شاعر ہیں نہ مُلّا ہیں نہ عالم ہیں ولے
رکھتے ہیں ہر باب میں اللہ سے امداد ہم

اے خدا بخش اس زمیں میں لکھ غزل اک اور تو
تاکہ جانیں شعر گوئی میں تجھے اُستاد ہم

غزل

اپنے ہاتھوں سے ہوئے جاتے ہیں بس برباد ہم
یا الٰہی کس سے تجھ بن جا کریں فریاد ہم

آپ پر کرتے ہیں ظلم اور اپنے ہی منقاد ہم
آپ ہی مظلوم ہیں اور آپ ہی بیداد ہم

باغ عالم میں ہیں با آہ و فغاں آزاد ہم
آپ ہی قمری ہیں اور ہیں آپ ہی شمشاد ہم

داغ دل گلشن ہے اپنا مرغ دل ہے نالہ گر
آپ ہی ہم گل ہیں اور ہیں بلبل ناشاد ہم

عشق کے صحرا میں اپنا آپ کرتے ہیں شکار
آپ ہی ہم صید ہیں اور آپ ہی صیاد ہم

ہو گئے جب محو دلبر عشق پھر کس کا رہا
آپ ہی شیریں ہوئے اور آپ ہی فرہاد ہم

قتل اپنے آپ کو کرتے ہیں بے تیغ و تبر
آپ ہی مقتول ہیں اور آپ ہی جلاد ہم

دیں ہیں اپنے آپکو فقر و فنا کا ہم سبق
آپ ہی شاگرد ہیں اور آپ ہی اُستاد ہم

آپ ہی اچھے ہیں اور ہیں آپ ہی سب سے بُرے
الغرض جو کچھ ہیں پر ہیں جامع اضداد ہم

بے نشاں بے نام ہیں ذیشاں ہیں اور ہیں نامور
جو کہو سب کچھ ہیں پھر ناچیز بے بنیاد ہم

علم اپنا جہل ہے اور جہل اپنا علم ہے
ہیں اسی دانش سے یار و صاحب ارشاد ہم

اپنے دشمن آپ ہیں اور آپ ہی ہیں اپنے دوست
آپکو کرتے ہیں براں تاکہ ہوں آباد ہم

کیوں نہ ہو گل خار میں ظلمات میں آب حیات
ہو گئے آباد تر جتنے ہوئے برباد ہم

ہے بہار ہمکو خزاں میں اور خزاں اندر بہار
غم ہے شادی میں ہمیں اور غم میں ہیں بس شاد ہم

شادی و غم اپنا محو لطف و قہر یار ہے
ہے مساوی ہمکو گر ہوں شاد یا ناشاد ہم

ہے برابر ہمکو قہر ہجر و لطف وصل یار
عاشق ذاتی ہیں اُنکے ہر طرح منقاد ہم

ہم سے ہم پر آپ ہے ظلم و ستم ورنہ بحق
یار کو کب جانتے ہیں ظالم و بیداد ہم

ہیں نہ یہ شعر و غزل ہے اپنی مجذوبانہ بڑ
بڑ نہیں عاشق کو کرتے ہیں کچھ ارشاد ہم

ڈر ہے کیا فوج گنہ سے ہے خدا بخش اپنا نام
اور اس پر رکھتے ہیں اللہ کی امداد ہم

غزل

غم جاناں نہ لیں کیوں جان میں ہم شادماں ہو کر
کہ یہ وہ درد ہے دلمیں ہے درمان جاں ہو کر

رہو ہو پردہ دلمیں مرے پیارے نہاں ہو کر
ذرا تو جلوہ گر ہو جاؤ آنکھوں میں عیاں ہو کر

نہ رکھیں کیوں نہ ہم پوشیدہ سر الفت جاناں
کہ عظمت اسم اعظم کو ملی آخر نہاں ہو کر

نہ کیوں ہو تخم ملکر خاک میں سرسبز بارآور
ہوئے ہم نامور ذیشان بے نام و نشاں ہو کر

نکالیں بحر الفت سے در مطلوب وہ جن کے
نکل کر بہ گیا آنکھوں سے دل اشک رواں ہو کر

اُٹھایا بار غم تونے ولا صد آفریں تجھ کو
لیا کوہ گراں سر پر ضعیف و ناتواں ہو کر

ہمارے غم کے گھر میں خواب راحت آ سکے کیونکر
کہ صورت انکی آنکھوں میں پھرے ہے پاسباں ہو کر

ادب بندِ زباں ہے کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا
کہ دیکھے دلبیں رہ جاتے ہیں بس شور و فغاں ہو کر

ہمیں پرواہ کب ہے لالہ و گلزار گلشن کی
دکھاتا داغ دل ہے سیرِ ہمکو بوستاں ہو کر

کہاں جاوے کہ کر کے ترک جو گھر بار کو اپنے
درِ جاناں پہ آبیٹھا ہو نقش آستاں ہو کر

کہاں جائے کسے ڈھونڈے نہ ہو جسکا کوئی تجھ بن
پڑا ہو جبکہ آ در پر ترے بے خانماں ہو کر

ترے قرباں پیارے مت اٹھا امداد کو در سے
مریضِ عشق تیرا آپڑا ہے ناتواں ہو کر

ملے ہے گوہرِ مطلوب بحرِ عشق سے ان کو
کہ جنکے بہ گیا آنکھوں سے دل اشک رواں ہو کر

غزل

صوفی نہ ہیں شیخ عالم مسند نشیں ہونمیں
بندۂ ضعیف و عاصی بس کمتریں ہونمیں

غافل ہوں یا دیوانہ ہوں مجنوں ہوں یا بہوش
جو کچھ کہ ہوں یہ عاشق ماہ جبیں ہوں ہیں

گمنام بے نشاں ہوں پریشاں ہوں نا مور
سچ کچھ ہوں اور جو پوچھو تو کچھ بھی نہیں ہونمیں

ظاہر ہوں اور چھپا بھی ہوں آنکھوں میں جیسے نور
عالم میں سیر کرتا ہوں خلوت گزیں ہونمیں

سر میں ہوائے ماہ ہے اے ناصح اس لئے
در در پھرا ہوں اور کبھی خانہ نشیں ہونمیں

مت کر زکوٰۃ حسن سے محروم بہر حق
مسکین غریب عاجز و اندوہگیں ہوں ہیں

گرچہ ذلیل و خوار ہوں امداد سا ولے
انگشتریِ خلق میں مثل نگیں ہوں ہیں

غزل

تپ غم سے جو دیدہ تر میں ہوتا خشک پانی ہے
تو لاتے آبی سے باغِ دل میں اک سوزِ نہانی ہے

ہوا بازارِ شوق اب گرم ہے وہ شمع رو کس جا
کہ جاں اپنی ہمیں اس آتشِ رُو پر جلانی ہے

نہ چاہوں کس لیے قاتل سے میں اپنی شہادت کو
کہ داں آبِ دمِ شمشیر یاں تشنہ دہانی ہے

نہ اپنی آہ سوزاں ہے دھواں سا رائیگاں جاتا
کہ پہنچانے کو کعبہ وصل تک مرکبِ دخانی ہے

ہیں طوقِ عشق پر تیرے ہوں گرچہ فراوانی
نہیں لاتا زباں پر کیونکہ خوفِ لن ترانی ہے

ادب بندہ زباں ہے عرضِ مطلب میں مگر ورنہ
گرہ میں اپنے خامہ کی شکایت کی کہانی ہے

ہمارے کارواں میں کب ہے جرسِ قیل و قال اے دل
کہ راہِ کشف میں گمراہ دلیلِ طے لسانی ہے

ہے آوازِ جرس گویا جگانا رہزنوں کا بس
زباں کا کھولنا غارت گرِ سرِّ نہانی ہے

صدف کی جوں رہیگا منہ کھلا اسکا قیامت تک
جہاں خامہ سے دائم مثلِ دریا فشانی ہے

جو ہیں ہم صاف مشرب سمجھے ہے ہر قوم اپنا سا
کہ اپنے رنگ پر ہر طرف لیتا صاف پانی ہے

غزل اور اس زمیں پڑھ کر امدادِ الٰہی سے
حلاوت بخش عالم کو تری شیریں زبانی ہے

غزل

تپ ہجراں میں جی جلتا ہے جا آنکھوں سے پانی ہے
اجی دیکھو تو اس بارش میں کیا آتش فشانی ہے

حریف نفس کب ہو عقل جو بحر معانی ہے — کہ روغن پر کبھی غالب نہیں ہو سکتا پانی ہے

ہے اپنا نطق ہر نقطہ میں سو تنگ شکر رکھتا — حلاوت بخش تلخوں کو مری شیریں زبانی ہے

ہے بیدردوں سے اپنے درد کی کرنی دوا ایسی — کہ نوک خار پا کو نیش کژدم سے اٹھانی ہے

نہیں ہے کسر شاں ہونا مقید بند عزلت میں — مثال اسم اعظم بلکہ خود عظمت بڑھانی ہے

گل آسا صبح پیری ہیں وہ بے حسرت کے خمیازے — جو کھوتا خواب غفلت میں شب قدر جوانی ہے

جو زر آتش میں گم ہو جا تو خاکستر سے ملتا ہے — جوانی کا عمل پیری میں پیری میں جوانی ہے

لئے جاتا ہے کوثر ساتھ صحرائے قیامت میں — کہ جو اشک ندامت سے لئے آنکھوں میں پانی ہے

ہمارے جرم سے چیں بر جبیں کیوں عفو ہو اس کا — کہ آئینہ کو بد صورت سے کب ہوتی گرانی ہے

سکے ہے دیکھنا با دیدہ کثرت نور وحدت کو — کہ حرف جسم ہر ایک شاہد روح و معانی ہے

نہ کیوں ہو زنگ آئینہ کا رہبر سوئے روشنگر — مجھے زشتی سے حاصل کعبۂ مقصود جانی ہے

عبث کھاتا ہے فکر رزق میں غم سخت انساں کو — کہ تاب خور سے پتھر میں غذائے لعل کانی ہے

بڑا ہیں قہر سے گر وہ نہیں شکوہ ہمیں ان سے — بلاویں مہر سے اپنی تو ان کی مہربانی ہے

بلاویں مہربانی ہے بڑا ہیں کچھ نہیں شکوہ — ہمیں انکی بہر صورت بجا مرضی کو لانی ہے

مثال جان تن ہے مجھ میں اسمیں قرب پھر دوری — نہیں کھلتا ہے اے امداد کیا سر نہانی ہے

نہ دو ناشاد کو آرام دن کو اور نہ شب کو تم

اجی اے دل تمہیں کیا عادت ایذا رسانی ہے

غزل

رُخ سے کاکل اُٹھا دیا کس نے
رات میں دن دکھا دیا کس نے

لاکھ کو ایک، ایک کو لاکھوں
کرکے ظاہر چھپا دیا کس نے

عرشی و فرشی جس کو پا نہ سکیں
میرے دل میں سما دیا کس نے

ڈھونڈنے اسکو نکلے آپ کو کھویا
مجھ کو اس میں گما دیا کس نے

ابر گریاں میں برق حسن دکھا
روتے روتے ہنسا دیا کس نے

منہ تو عاشق سے پھیرا تو نے اُسے
ہنستے ہنستے رُلا دیا کس نے

ہے نہ عالم میں وہ تو عالم میں
شور اس کا مچا دیا کس نے

نغمۂ سرمدی سُنا کے ہمیں
مست و بیخود بنا دیا کس نے

شعلۂ رخ دکھا کے اپنا ہمیں
سر سے پا تک جلا دیا کس نے

عشق معشوق عاشق اک کہہ کر
سِرّ وحدت سجھا دیا کس نے

میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا
شہرہ میرا اُڑا دیا کس نے

اول آخر عیاں نہاں ہو کر
حرف شرکت مٹا دیا کس نے

شخص واحد ہے سیکڑوں ہیں نام
ایک ایک کو سو بنا دیا کس نے

ہنستے ہنستے جو دم میں رونے لگی
شمع تجھ کو جلا دیا کس نے

حسن لیلیٰ دکھا کے اے امداد
تجھکو مجنوں بنا دیا کس نے

مقالات حضور غوث پاکؒ

(۱) صدیق وہ ہے جو خدائے تعالیٰ جل شانہٗ سے سچی دوستی کرے۔ نیکوکاری میں اس کی دوستی خلوت و جلوت اور رنج و راحت اور تنگ حالی ہر حال میں قائم رہتی ہے۔ اپنی حاجتیں حق تعالیٰ جل شانہٗ سے طلب کرو۔ مخلوق سے مت مانگو۔ اگر مخلوق سے مانگے بغیر چارہ نہ ہو تو اوّل اپنے قلوب کے اعتبار سے حق تعالیٰ پر داخل ہو۔ پاس وہ تم کو جہتوں میں سے کسی خاص جہت سے مانگنے کا الہام فرما دے گا۔ اس وقت مخلوق سے مانگنا بھی تعمیل حکم بن جاویگا۔ پھر تم کو وہاں سے ملا یا نہ ملا تو دونوں امر خدا ہی کی طرف سے ہونگے نہ مخلوق کی طرف سے۔

(۲) اے عالم! تو اپنے علم کو دنیاداروں کے پاس بیٹھ اُٹھ کر میلا مت کر۔ باعزّت شے کو ذلیل شے کے عوض فروخت نہ کر۔ علم تو باعزّت ہے اور ذلیل وہ دنیا ہے جو اُن کے ہاتھوں میں ہے۔ مخلوق قادر نہیں ہے کہ جو چیز تیرے مقسوم میں نہ ہو وہ تجھ کو دیدے۔ تیرا مقسوم تو صرف اُن کے ہاتھوں جاری ہوتا ہے کہ دینے والا تو خدا ہے اور واسطہ بن گئی مخلوق پس جب تو صابر بنا رہے گا تو ان کے ہاتھوں تیرا مقسوم آوے گا۔ تیرے معززہونے کی حالت میں تجھ پر افسوس! جس کو خود دوسرے کی طرف سے رزق ملتا ہے وہ دوسرے کو رزق نہیں دے سکتا۔ جو خود عطا کا محتاج ہے وہ دوسروں کو عطا نہیں کر سکتا۔ اللہ کی عبادت میں لگ اور اس سے طلب کرنا ترک کر، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تو اس کو جتلائے اور اپنی مصلحت سے اس کو واقف کرائے۔ قلب کے بغیر صرف زبان کے ذکر میں نہ تیری عزّت ہے نہ وقعت اصل ذکر تو قلب اور باطن کا ہے۔ اس کے بعد درجہ ہے زبانی ذکر کا جب بندہ

کے لئے حق تعالیٰ کی یاد صحیح ہو جاتی ہے۔ تو حق تعالےٰ اس کو یاد فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ "تم یاد کرو مجھ کو میں یاد کروں گا تم کو۔ اور میرے شکر گزار رہو۔ اور ناشکری مت کرو۔" (اذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون)

(۳) اللہ تعالیٰ ہر دن ایک جدا شان میں ہے کسی کو آگے بڑھاتا ہے کسی کو پیچھے ہٹاتا ہے۔ کسی کو رفعت دیتا ہے کسی کو پستی۔ کسی کو عزت بخشتا ہے کسی کو ذلت۔ کسی کو معزول کرتا ہے کسی کو بحال۔ کسی کو مارتا ہے کسی کو جلاتا ہے۔ کسی کو تونگر بناتا ہے کسی کو مفلس۔ کسی کو دیتا ہے اور کسی سے ہاتھ روکتا ہے۔ اللہ کے بندوں پر حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ مگر وہ گردن جھکائے سچی بندگی اور حسن ادب کے قدم پر جمے کھڑے رہتے ہیں۔

(۴) حق تعالیٰ کا راستہ وہ راستہ ہے۔ جس میں نہ مخلوق ہے نہ اسباب اور نہ اپنی واقفیت ہے اور نہ کوئی سمت یا دروازہ اور نہ اس میں کسی مخلوق کی ہستی۔" بس جسم دنیا کے ساتھ اور دل آخرت کے ساتھ اور باطن مولیٰ کے ساتھ۔" باطن حاکم ہوتا ہے قلب پر اور قلب حاکم ہوتا ہے نفس مطمئنہ پر اور نفس مطمئنہ حاکم ہوتا ہے۔ جسم پر اور اعضائے باطن حاکم ہوتے ہیں مخلوق پر جب بندہ کے لئے یہ صحیح اور کامل ہو جاتا ہے تو جنات اور انسان اور فرشتے اس کے زیر قدم ہو جاتے ہیں۔ اور سب دست بستہ کھڑے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ مسند قرب میں بیٹھا ہوا۔

(۵) صاحبزادہ! اسپ تقدیر کی ٹاپ کے سامنے پڑ جا۔ خواہ وہ تجھے پیس ڈالیں یا تیرے اوپر کو ہو کر گزر جائیں۔ کیونکہ جو خدا کی راہ میں تلف ہوتا ہے۔ اس کا نعم البدل خدا ہی کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر وہ تیرے اوپر کو ہو کر گزر جائیں تو ان سے وابستہ رہ۔ تقدیر کے تیروں کا نشانہ بن جا۔ کیونکہ جب تو تیر ہائے تقدیر کا نشانہ بن جائیگا کہ ان سے گھبرائے اور بھاگے گا نہیں تو اس کا وقوع محض گھرونٹ بنے گی